دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۹۵/۱۶۸۱

السلام علیکم

میرا سوال یہ ہے کہ جب ہم سونے کی زیور کا زکوۃ خلاف جنس ادا کرتے ہے تو وزن کا نہیں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے اور جس دن ادا کی جائے اس دن کو دیکھا جاتا ہے اور بازار کے بھاو کا اعتبار ہوتا ہے' تو جب ہم بازار کا بھاو کہتے ہے تو کس قیمت کو کہتے ہے' کہ اگر وہ زیور اس سنار کے پاس ہوتا تو جس قیمت پر وہ اس کو بیچھتا وہ قیمت ہے' یا اس کا وزن کرنے کے بعد اور ڈیزائن دیکھ کر بتائے کہ اگر میں اس کو کسی دوسرے شخص کو بیچھ دوں تو مجھے اس کی جتنی قیمت مل سکتی ہے اس قیمت پر زکوۃ ہے؟

مثال:۔ وزن 100 گرام ہو 18 کرٹ کا ہو ایک گرام 1000 روپے کا ہو تو ایک لاکھ بنتی ہے اگر اس ڈیزائن کا سنار خود بیچھتا تو اس کو وہ ایک لاکھ چالیس ہزار کا بیچھتا جس میں اس کا بنائی اجرت سب شامل ہے اور اگر کسی دوسرے شخص کو بیچھا جائے تو کہے کہ اس زیور کا 115000 سے 120000 تک مل سکتا ہے۔ تو زکوۃ کس قیمت پر ہے؟

جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس 40 گندم کی بوری ہو اور اس پر زکوۃ نکالنی ہو تو وہ ایک بوری ہے اور اگر اس کی زکوۃ روپے سے دینی ہو تو اس بوری کی قیمت ادا کرنی ہو گی یعنی جس قیمت پر یہ خود بیچھ رہا ہے تاکہ یہ غریب جب بازار جائے تو اس کو گندم کی بوری مل سکے یا خود اس شخص سے خریدے تو وہ ایک بوری خرید سکے۔

میں سمجھتا ہوں جس طرح صدقہ فطر میں غریب کو اتنے قیمت کا مالک بنایا جاتا جس سے وہ آسانی سے اپنے لے گندم خرید سکے۔

مثال:۔ اگر ایک شخص کو زکوۃ میں ایک گرام سونا دینا ہو [جس طرح سبھی فتاوی میں ہے سنار کے قیمت خرید پر زکوۃ ہے؟] اور سنار جس قیمت پر خریدتا ہے اس پر زکوۃ نکلتا ہے اگر وہ غریب اس سنار سے جاکر وہ گرام خریدے تو اس کو نہیں ملے گا۔ کیونکہ قیمت میں فرق آگیا ہے۔ سنار جس پر خریدتا ہے اور بیچھتا ہے اس میں فرق ہے۔ یہاں پے بھی گندم کی بوری کی طرح اتنی قیمت ملنے چاہیے اگر وہ ایک گرام سونا خریدنا چاہے تو خرید سکے۔ یعنی جس قیمت پر سنار ایک گرام سونا بیچھے گا اس قیمت پر زکوۃ نکلنا چاہیے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ کھلے مارکیٹ میں جو قیمت ملے یا جس قیمت پر فروخت ہسکتی ہے۔ سونے کی چیز کو سنار ہی بتائے گا کہ اس کی اصل مالیت کیا ہے اور اس کی کیا قیمت ملسکتی ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ جس قیمت پر سنار خریدے گا کیونکہ جس پر وہ خریدتا ہے وہ ہول سیل قیمت ہے جو خاص ان کے لے ہے اور یہ عام نہیں ہے سب کو اس قیمت پر سونا نہیں ملتا۔ یوں لگتا ہے ہم نے خاص کو عام کر دیا اور عام کو خاص۔

بعض علماء جو کہتے ہے کہ بنائی کا اعتبار نہیں ہے لیکن کسی زیور کی مالیت کو بڑھانے کے لے دستکاری' ڈیزائن ایک اہم رول ہے۔

ہمارے مفتی صاحب نے اس پر ایک فتاوی شائع کیا ہے جو مقامی زبان میں ہے میں ترجمہ کرنے کی کوشش کروں گا' ایک مثال دیا ہے "ایک انگوٹھی وزن کے اعتبار سے 3 گرام ہے انگوٹھی میں استعمال شدہ سونے کی قیمت 2700 ہے اور اگر اس انگوٹھی پر کام کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت 3900 ہو گی' تو زکوۃ 3900 پر نکالا جائے گا یہ مسلہ کے نام سے جانا جاتا ہے [آپ خود کتابوں میں علماء میں مسلتہ ابریق دیکھ سکتے ہے کہ مجھ سے ترجمہ صحیح ہوا کہ نہیں] اس مسلہ کے اعتبار سے اگر ہمارے پاس ایک چاندی کی جگ ہو وزن کے اعتبار سے 200 درہم میں پڑتا ہے [تقریباً 612 گرام] لیکن اس پر کام ہونے کی وجہ سے اس قیمت 300 درہم ہو جاتی ہے تو فقہا کہتے ہے زکوۃ اب 300 درہم پر نکالی جائے گی نہ کے 200 درہم پر۔ اِلا کہ اس کی زکوۃ چاندی سے ہی دی جائے تو پھر 200 درہم پر دی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وزن کا اعتبار کیا جاتا تھا نہ کہ قیمت کا کیونکہ اس زمانے میں درہم چاندی اور دینار سونے کا تھا اگر ہم نے سونے اور چاندی کی زکوۃ سونے اور چاندی سے ہی نکالنی ہو تو اس وقت وزن کو دیکھا جاتا ہے۔ آج کل ہم زکوۃ سونے اور چاندی سے نہیں دیتے تو ہم اس چیز کی قیمت کا اعتبار کرے گے

....وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه أعتبرت القيمة حتى لو أدى من الذهب ما تبلغ قيمته خمسة الإناء لم يجز في قولهم ......

الفتاوى الشامية دراهم من غير

ایک دوکاندار کو اپنے مال کا زکوۃ نکالنی ہے تو قیمت فروخت کا اعتبار ہے یعنی جس قیمت پر وہ اپنا مال بیچھتا ہے اس قیمت پر ہے اگر وہ دوکاندار ایک قمیض 200 کا بیچھتا ہے تو ہم زکوۃ 200 پر نکالے گے۔

بعض علماء جو کہتے ہے منافع کو شامل نہیں کریں گے بلکہ اسے بازار میں لے جاکر جو قیمت ملے گی اس قیمت پر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور کون سا بازار وہ درکاندار خود بازار ہے تو ظاہر ہے قمیض کی یہی قیمت ملے گی اور جو عام لوگ خریدنے کے لے آئے گے تو اسی قیمت پر خریدے گے۔ تو زکوۃ بھی اسی قیمت پر نکالنی ہو گی۔ ان سب پر آپ کی تحقیق درکار ہے حوالہ کے ساتھ۔ جزاک اللہ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۹۵/۱۶۸۱

السلام علیکم

میرا سوال یہ ہے کہ جب ہم سونے کے زیور کا زکوۃ خلاف جنس ادا کرتے ہے تو وزن کا نہیں کا قیمت کا اعتبار ہوتا ہے اور جس دن ادا کی جائے اس دن کو دیکھا جاتا ہے اور بازار کا بھاو کا اعتبار ہوتا ہے، تو جب ہم بازار کا بھاو کہتے ہے تو کس قیمت کو کہتے ہے، کہ اگر وہ زیور اس سنار کے پاس ہوتا تو جس قیمت پر وہ اس کو بیچھتا وہ قیمت ہے، یا

اس کا وزن کرنے کے بعد اور ڈیزائن دیکھ کر بتائے کہ اگر میں اس کو کسی دوسرے شخص کو بیچھ دوں تو مھجے اس کی جتنی قیمت مل سکتی ہے اس قیمت پر زکوۃ ہے؟

مثال:- وزن ۱۰۰ گرام ہو ۱۸ کرٹ کا ہو ایک گرام ۱۰۰۰ روپے کا ہو تو ایک لاکھ بنتی ہے اگر اس ڈیزائن کا سنار خود بیچھتا تو اس کو وہ ایک لاکھ چالیس بزار کا بیچھتا جس میں اس کا بنائی اجرت سب شامل ہے اور اگر کسی دوسرے شخص کو بیچھا جائے تو کہے کہ اس زیور کا ۱۱۵۰۰۰سے ۱۲۰۰۰۰ تک مل سکتا ہے۔ تو زکوۃ کس قیمت پر ہے؟

جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس ۴۰ گندم کی بوری ہو اور اس پر زکوۃ نکالنی ہو تو وہ ایک بوری ہے اور اگر اس کی زکوۃ روپے سے دینی ہو تو اس بوری کی قیمت ادا کرنی ہوگی یعنی جس قیمت پر یہ خود بیچھ رہا ہے تاکہ یہ غریب جب بازار جائے تو اس کو گندم کی بوری مل سکے یا خود اس شخص سے خریدے تو وہ ایک بوری خرید سکے۔

میں سمجتھا ہوں جس طرح صدقہ فطر میں غریب کو اتنے قیمت کا مالک بنایا جاتا جس سے وہ آسانی سے اپنے لے گندم خرید سکے۔

دار الافتاء

مثال:۔ اگر ایک شخص کو زکوۃ میں ایک گرام سونا دینا ہو [جس طرح سبھی فتاوی میں ہے سنار کے قیمت خرید پر زکوۃ ہے] اور سنار جس قیمت پر خریدتا ہے اس پر زکوۃ نکلنا ہے اگر وہ غریب اس سنار سے جاکر وہ گرام خریدے تو اس کو نہیں ملے گا۔ کیونکہ قیمت میں فرق آگیا ہے۔ سنار جس پر خریدتا ہے اور بیچتھا ہے اس میں فرق ہے۔ یہاں پے بھی گندم کی بوری کی طرح اتنی قیمت ملنے چاہیے اگر وہ ایک گرام سونا خریدنا چاہے تو خرید سکے۔ یعنی جس قیمت پر سنار ایک گرام سونا بیچھے گا اس قیمت پر زکوۃ نکلنا چاہیے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ کھلے مارکیٹ میں جو قیمت ملے یا جس قیمت پر فروخت ہسکتی ہے۔ سونے کی چیز کو سنار ہی بتائے گا کہ اس کی اصل مالیت کیا ہے اور اس کی کیا قیمت ملسکتی ہے۔

اور میں نہیں سمجھتا کہ جس قیمت پر سنار خریدے گا کیونکہ جس پر وہ خریدتا ہے وہ ہول سیل قیمت ہے جو خاص ان کے لے ہے اور یہ عام نہیں ہے سب کو اس قیمت پر سونا نہیں ملتا۔ یوں لگتا ہے ہم نے خاص کو عام کردیا اور عام کو خاص۔

بعض علماء جو کہتے ہے کہ بنائی کا اعتبار نہیں ہے لیکن کسی زیور کی مالیت کو بڑھانے کے لے دستکاری، ڈیزائن ایک اہم رول ہے۔

ہمارے مفتی صاحب نے اس پر ایک فتاوی شائع کیا ہے جو مقامی زبان میں ہے میں ترجمعہ کرنے کی کوشش کروں گا،

ایک مثال دیا ہے " ایک انگوٹھی وزن کے اعتبار سے ۳ گرام ہے انگوٹھی میں استعمال شدہ سونے کی قیمت ۲۷۰۰ ہے اور اگر اس انگوٹھی پر کام کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت ۳۹۰۰ ہوگی، تو زکوۃ ۳۹۰۰ پر نکالا جاے گا یہ مسلہ علماء میں مسلتہ ابریق کے نام سے جانا جاتا ہے [آپ خود کتابوں میں دیکھ سکتے ہے کہ مجھ سے ترجمہ صحیح ہوا کہ نہیں] اس مسلہ کے اعتبار سے اگر ہمارے پاس ایک چاندی کی جگ ہو وزن کے اعتبار سے ۲۰۰ درہم

میں پڑتا ہے [تقریباً ۶۱۲ گرام] لیکن اس پر کام ہونے کی وجہ سے اس قیمت ۳۰۰ درہم ہوجاتی ہے تو فقہا کہتے ہے زکوۃ اب ۳۰۰ درہم پر نکالی جاے گی نہ کے ۲۰۰ درہم پر۔ اِلا کہ اس کی زکوۃ چاندی سے ہی دی جاے تو پھر ۲۰۰ درہم پر دی جاے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانے میں وزن کا اعتبار کیا جاتا تھا نہ کہ قیمت کا کیونکہ اس زمانے میں درہم چاندی اور دینار سونے کا تھا اگر ہم نے سونے اور چاندی کی زکوۃ سونے اور چاندی سے ہی

نکالنی ہو تو اس وقت وزن کو دیکھا جاتا ہے۔ آج کل ہم زکوۃ سونے اور چاندی سے نہیں دیتے تو ہم اس چیز کی قیمت کا اعتبار کرے گے

وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه أعتبرت القيمة حتى لو أدى من الذهب ما .... تبلغ قيمته خمسة

الإناء لم يجز في قولهم .... (الفتاوى الشامية دراهم من غير

ایک دوکاندار کو اپنے مال کا زکوۃ نکالنی ہے تو قیمت فروخت کا اعتبار ہے یعنی جس قیمت پر وہ اپنا مال بیچتھا ہے اس قیمت پر ہے اگر وہ دوکاندار ایک قمیض ۲۰۰ کا بیچتھا ہے تو ہم زکوۃ ۲۰۰ پر نکالے گے۔

بعض علماء جو کہتے ہے منافع کو شامل نہیں کریں گے بلکہ اسے بازار میں لے جاکر جو قیمت ملے گی اس قیمت پر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور کون سا بازار وہ درکاندار خود بازار ہے تو ظاہر ہے قمیض کی یہی قیمت ملے گی اور جو عام لوگ خریدنے کے لے آئے گے تو اسی قیمت پر خریدے گے۔ تو زکوۃ بھی اسی قیمت پر نکالنی ہوگی۔

ان سب پر آپ کی تحقیق درکارہے حوالہ کے ساتھ۔ جزاک اللہ

دار الافتاء
جامعہ دار العلوم کراچی

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا و مصلیا

جواب سے قبل دو باتیں جاننا مناسب ہے۔

ا۔ جب کوئی شخص نصابِ زکوۃ کا مالک ہو اور اس پر سال (حولان حول) گذر جائے، تو وہ سونے چاندی یا سامان کی زکوۃ، خلاف جنس (روپیہ) سے ادائیگی کرنا چاہتا ہو، تو اس صورت میں باجماع فقہاء کرام رحمہم اللہ سونا، چاندی یا سامان کی زکوۃ کی ادائیگی قیمتِ فروخت (یعنی اس وقت بازار میں اس چیز کو فروخت کرنے پر جو قیمت حاصل ہوگی، اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ ادا کیا جائے، کیونکہ یوم الاداء میں اس زیور کی فی الحال جو مالیت ہو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے) کے اعتبار سے ادا کی جائے گی۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالی نے خلاف جنس سے زکوۃ کی ادائیگی کی صورت میں مطلق قیمت فروخت کا ذکر فرمایا ہے، نہ کہ قیمت خرید کا، جیسا کہ سائل نے لکھا ہے کہ "جس طرح سبھی فتاویٰ میں ہے سنار کی قیمت خرید پر زکوۃ ہے" حالانکہ فتاویٰ میں اس کے خلاف مفتی بہ قول کے مطابق ادائیگی کے دن قیمتِ فروخت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

جیسے ایک سوال کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتھم لکھتے ہیں:

> "سوال: عام طور پر سونے کے زیورات کو جب فروخت کرنے جاتے ہیں تو کم قیمت پر فروخت ہوتے ہیں، کیا اس بات کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا؟
>
> جواب: جس قیمت پر بازار میں فروخت ہو سکتا ہے، اسی قیمت کا اعتبار کرکے زکوۃ نکالی جائے گی"۔ (فتاویٰ عثمانی، جلد ۲ صفحہ ۶۶) اسی طرح کفایت المفتی جلد ۴ صفحہ ۳۰۱، فتاوی محمودیہ جلد ۹ صفحہ ۳۷۹ میں بھی قیمت فروخت کا اعتبار کیا گیا ہے)

نیز قیمت فروخت بھی وہ، جس پر (مزکی) زکوۃ ادا کرنے والا یوم الاداء کو فروخت کرے، نہ کہ سونار کی قیمت فروخت کا، کیونکہ عموماً صراف کی قیمتِ فروخت گاہک کی قیمتِ فروخت کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔ (مأخذہ التبویب بتصرف ۹/۱۲۸۰ مصدقہ، شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتھم العالیہ)

لہذا صورت مسئولہ میں سونار یا گاہک سونا، جس قیمت پر بھی فروخت کرے گا، خواہ ہول سیل کے اعتبار سے فروخت کرے، یا عام قیمت (جس پر عام طور سے دوکاندار بازار میں فروخت کرتے ہیں) کے اعتبار سے، اس سے

حاصل ہونے والی قیمت اگر نصاب کو پہنچے تو اس میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ میں یوم الاداء کو قیمت فروخت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور یہی حکم قمیض کا بھی ہے کہ جس قیمت پر وہ بازار میں بآسانی فروخت ہو سکے اِس قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرے گا، خلاصہ یہ ہے کہ عام دکاندار سنار کو زیور بیچتے وقت جو قیمت مقامی سنار لگاتے ہیں اسی کے مطابق زکوٰۃ واجب ہے۔

بدائع الصنائع، دارالکتب العلمية – (2 / 22)

لأن الواجب الأصلي عندهما هو ربع عشر العين وإنما له ولاية النقل إلى القيمة يوم الأداء فيعتبر قيمتها يوم الأداء، والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا؛

(رد المحتار) – (2 / 297)

وَأَجْمَعُوا أَنَّهُ لَوْ أَدَّى مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ اُعْتُبِرَتْ الْقِيمَةُ، حَتَّى لَوْ أَدَّى مِنْ الذَّهَبِ مَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ مِنْ غَيْرِ الْإِنَاءِ لَمْ يَجُزْ فِي قَوْلِهِمْ لِتَقَوُّمِ الْجَوْدَةِ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِخِلَافِ الْجِنْسِ، فَإِنْ أَدَّى الْقِيمَةَ وَقَعَتْ عَنْ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَقِّ، كَذَا فِي الْمِعْرَاجِ نَهْرٌ (قَوْلُهُ: وَوُجُوبًا) أَيْ مِنْ حَيْثُ الْوُجُوبُ؛ يَعْنِي يُعْتَبَرُ فِي الْوُجُوبِ أَنْ يَبْلُغَ وَزْنُهُمَا نِصَابًا نَهْرٌ، حَتَّى لَوْ كَانَ لَهُ إبْرِيقُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَزْنُهُ عَشَرَةُ مَثَاقِيلَ أَوْ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَقِيمَتُهُ لِصِيَاغَتِهِ عِشْرُونَ أَوْ مِائَتَانِ لَمْ يَجِبْ فِيهِ شَيْءٌ إجْمَاعًا قُهُسْتَانِيٌّ

حاشية ابن عابدين – (2 / 286)

قوله (وهو الأصح) أي كون المعتبر في السوائم يوم الأداء إجماعا هو الأصح فإنه ذكر في البدائع أنه قيل إن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الأداء اهوفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اه فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما............**والله تعالى اعلم بالصواب**

محمد

محمد غفراللہ لہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

۱۰ جنوری ۲۰۱۵ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفراللہ
۱۸ / ۳ / ۱۴۳۶ھ

دارالافتاء
فتویٰ نمبر ۹۵/۱۶۸۱
۳۶/۳/۱۹

مفتی

الجواب صحیح
۱۸ / ۳ / ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب
۱۸ / ۳ / ۱۴۳۶ھ